

میڈیا کا کردار اسلامی نقطہ نظر

ڈاکٹر تو قیر عالم فلاہی

عصر حاضر میں جہاں انسان نے اپنی قابلیت و استعداد کے جو ہر متعدد شعبہ ہائے زندگی میں دکھلائے ہیں، ان میں ذرائع وسائل یا ذرائع ابلاغ ایک اہم موضوع ہے جو کیسیں صدی کے ترقی یافتہ انسان کا موضوع بحث ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ یہ وہ اہم شعبہ ہے جس میں انسان اپنی جو دستی طبع اور کمال و استعداد کا ناطق ثبوت پیش کر رہا ہے۔ ذرائع وسائل کا استعمال خواہ قومی سطح پر ہو یا میں الاقوامی سطح پر تعمیر و تحریب دونوں مقاصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ سعادت مند ہے وہ فرد یا قوم جو وسائل کا استعمال ذاتی اور اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے کرتی ہے، جب کہ ان وسائل کا منفی مقاصد کے لیے استعمال ملک و قوم کے مفاد کے منافی ہے۔

اصطلاح میں اس لفظ کی تعبیر ذرائع ابلاغ و ترسیل یا وسائل نشر و اشاعت سے ہوتی ہے۔ اس وقت بالعلوم و قلم کے ذرائع ابلاغ معروف ہیں۔ ایک کو طباعی ذرائع ابلاغ (Print Media) سے جانا جاتا ہے، جب کہ دوسرے کو بر قیاتی ذرائع ابلاغ (Electronic Media) کہا جاتا ہے۔ دوسرے ذرائع ابلاغ کو قومی سطح سے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے اسے قومی ذرائع ابلاغ (National Media) کا نام دیا جاتا ہے۔ تیسرا قسم مخصوص خطہ ارض یا جغرافیائی حدود سے پرے میں الاقوامی ذرائع ابلاغ کی ہے جسے میں الاقوامی ذرائع ابلاغ (International Media) کہا جاتا ہے اور انھیں اہم مسائل کی نشر و اشاعت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی یہ تینوں قسمیں جو علاقائی، قومی اور میں الاقوامی سطح پر استعمال کی جاتی ہیں بلا شک و تردید کہا جاسکتا ہے کہ ثابت اور منفی دونوں طریقوں سے ان کا استعمال ہوتا ہے۔ میڈیا پر

جس طبقے کا غلبہ ہوتا ہے یا جو برسر اقتدار حکومت ہوتی ہے، وہ بہر حال تعصب و جانب داری کی دلدل سے نہیں نکل پاتی اور پھر اس کے ثابت اثرات و متأجح مجروح ہونے سے بچ نہیں پاتے۔ میڈیا کی اہمیت اور میڈیا پر تسلط و غلبہ پانے والی تنظیموں، جماعتوں اور حکومت کے منفی کردار سے متعلق مولانا ابو الحسن علی ندویؒ کا یہ اقتباس قابل ملاحظہ ہے:

دنیا کی سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی تنظیمات، سب کا حال یہی ہے۔ یورپ، امریکا اور روس کی حکومتوں کو دیکھیے، اسی کے ساتھ مشرقی حکومتوں کو بھی دیکھیے کہ وہ فاسق اخیال، فاسد المقاصد، جن کے مقاصد تخریبی، جن کی زندگی فاسد، جن کے اخلاق خراب، جن کے افکار و خیالات فاسد، ان سکھوں نے ایک اجتماعی نظام بنایا ہے اور وہ اجتماعی نظام قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کر رہا ہے۔ اس وقت صورت یہ ہے کہ اس گروہ کا جادو چل رہا ہے جس کے ہاتھ میں ابلاغ کے ذرائع ہیں۔ (مقدمہ: مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، نذر الحفیظ ندوی)

● میڈیا کا منفی کردار: انسانوں کے درمیان انتشار پیدا کرنا، عوام و خواص کو بغاوت اور نافرمانی پر ابھارنا، عوام و خواص میں راہنمایاں قوم کے متعلق شکوک و شبہات کو فروغ دینا، مستحکم قیادت سے محروم کرنے کی کوشش کرنا، فرقہ واریت کے جذبات کو شہبہ دینا، واقعات کو توڑ مرزوک کر پیش کر کے عوام کو گمراہ کرنا اور ان کو خلافی شان حرکتوں پر مجبور کرنا، دوسروں کے محاسن کو بالاے طاق رکھنا اور ان پر دیز پر دے ڈالنے کی کوشش کرنا، ناہل اور نالائق افراد اور جماعتوں کی تعریف میں آسمان و زمین کے قلابے ملا دینا، معمولی خامیوں اور کمزوریوں کو نمایاں کر کے پیش کرنا، اصل اور مطلوب امور و مسائل کے بجائے جزئیات اور غیر ضروری امور پر توجہ مرکوز کرنا۔ یہ سب میڈیا کے منفی کردار کے ثبوت و مظاہر ہیں جو آئے دن یعنی مشاہدات میں آتے رہتے ہیں۔ حقائق کاظروں سے اوچھل ہو جانا، اخلاقی قدروں کی پامال، فتنہ و فساد کا دور دورہ اور انسانیت دشمنی کے کریبہ اور المذاک جوادث و واقعات کی ذمہ داری بھی تعصب و جانب داری پر منی میڈیا کے سرآتی ہے۔ طباعی میڈیا میں چاہے کتابیں ہوں یا جرائد و رسائل یا اشتہارات، اور بر قیاتی میڈیا میں خواہ کمپیوٹر ہو، ٹیلی ویژن ہو، ریڈیو ہو، یا ان دونوں کے علاوہ معاشرے میں ایسے بد کردار اور

فراق و فجر لوگوں کی موجودگی ہو جو براہیوں کے لیے نرم گوشہ ہی نہیں رکھتے ہوں بلکہ زبان حال اور زبان قال سے شرائیزیوں اور بدکاریوں کی سر پرستی کرتے ہوں، میڈیا کے دائرے میں آتے ہیں۔ اس میں فاشی و عریانیت کے انفرادی اور اجتماعی کاروبار کا طریقہ اختیار کرنے والے بھی آتے ہیں اور وہ لوگ بھی اس میں شامل ہیں جن کی فطرتِ ثانیہ ہی فتنہ پروری اور بدکاری میں پچھلی ہو اور وہ عملی طور پر بُرانی کو ایک دوسرا تک اور پھر پورے معاشرے تک عام کرتے ہیں۔

• میڈیا کا منفی کردار اور معاشرتی انتشار: ذرائع البلاغ کے یہ تمام طریقے انتہائی مذموم ہیں۔ ایک طرف فاشی و عریانیت، انسانی قدروں کی پامالی اور اخلاق سوز حركتیں، انسانی معاشرے میں ان مختلف ذرائع البلاغ کے ذریعے جاری و ساری ہو جاتی ہیں اور دوسری طرف امن و چین سے معاشرہ محروم ہو جاتا ہے۔ عزت و آبروداؤ پر لگ جاتے ہیں اور ان کی سرگرمی عمل کے نتیجے میں بہت سے افراد اور جماعتیں بھی ان براہیوں کی نقیب بن کر میدانِ عمل میں آ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت کا عطا کردہ ضابطہ زندگی قرآن مجید ایسے عمل کو انتہائی نگین جرم قرار دیتا ہے اور رسول عربی پر نازل شدہ یہ کتاب جو سراپا ہدایت و رحمت ہے دنیا کی عدالتوں کو بھی مکفٰ بناتی ہے کہ انھیں ان کے جرائم کے مطابق کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور عبرت ناک سزا میں دی جائیں، تاکہ یہ آئندہ ایسے اقدامات کی جرأت سے اجتناب کریں اور معاشرے میں موجود بعض اس قسم کے عناصر کے لیے بھی یہ عبرت کا باعث ہوں۔ اللہ وحدہ لا شریک ایسے مجرموں، بدکاروں اور اخلاق و انسانیت کے دشمنوں کے لیے اس زندگی کے بعد کی زندگی میں ابدی عذاب کی یقین دہانی بھی کرتا ہے۔ قرآن مجید میڈیا کے اس منفی کردار کو شیع جرم قرار دیتا ہے۔ جرم کی شدت و نگینی کا اندازہ قرآن مجید کی اس جامع تعلیم سے کما حقہ ہوتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحْجُونَ أَنْ تَشْيَعَ الْفَاحِشَةُ إِنَّ الَّذِينَ أَمْنَوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ لَا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ طَوَّافُهُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ^۵(النور: ۲۲-۲۹) یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فخش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

اگرچہ یہ آیت کریمہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خصیت پر بہتان تراشی کرنے اور

انواعوں کا بازار گرم کرنے والے منافقین اور کمزور ایمان والے حضرات سے متعلق ہے، لیکن قرآن مجید کی عظمت کا راز اس حقیقت میں پہاڑ ہے کہ اس کی تعلیمات مخصوص دور سے تعلق نہیں رکھتیں اور نہ افراد اور جماعتوں کے کردار محض ہدفِ تقدیم بنانے اور مخاطبین کے لیے تفتح طبع کا سامان فراہم کرنے کے لیے بیان کیے جاتے ہیں، بلکہ ہر ہر آیت پوری آب و تاب کے ساتھ آج کے افراد و معاشرے کے لیے بھی روح پرور پیغام ثابت ہوتی ہے۔ افراد و اشخاص یا اقوام ملک کی بابت حقوق کے بیان میں قسمی اسباق مطیع نظر ہوتے ہیں، اور اس کا یہی فہیں بے کم و کاست تلقیت برقرار رہے گا۔ اس آیت کریمہ کے ضمن میں مولانا مودودیؒ کیوضاحت جامع اور گلرائیز ہے:

موقع محل کے لحاظ سے تو آیت کا براہ راست منہج یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح کے الزامات گھڑ کر اور انھیں اشاعت دے کر مسلم معاشرے میں بداخلاتی پھیلانے اور امت مسلمہ کے اخلاق پر دھبہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ سزا کے مستحق ہیں، لیکن آیت کے الفاظ فخش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کا اطلاق عملاً بدکاری کے اذے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بداخلاتی کی تغییر دینے والے اور اس کے لیے جذبات کو اکسانے والے تصویں، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آ جاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔ صرف آخرت ہی میں نہیں دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔ لہذا ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعت فخش کے ان تمام ذرائع وسائل کا ستد باب کرے۔ اس کے قانون تعریفات میں ان تمام افعال کو مستلزم سزا، قبلی وست اندازی پولیس ہونا چاہیے جن کو قرآن یہاں پیلک کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے اور فیصلہ کر رہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے سزا کے مستحق ہیں۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۳۷۰-۳۷۱)

ظاہر ہے کہ یہ اسلامی قانون ہے اور اسلامی قانون کا نفاذ معیارِ مطلوب کی حد تک اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسلامی حکومت قائم ہو۔ لیکن آج دنیا کا ہر بامپیر، حتس اور باشور شخص اپنی

عزت و آبرو محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو آخروی سروں کے حق میں اس فکر کو جلا کیوں کرنیں ملتی۔ یقیناً آج ہتھ عزت کا قانون جمہوری حکومتوں میں رائج ہے اور اس کے مطابق کم و بیش فیصلے بھی ہوتے ہیں اور با اوقات عدیلی کی طرف سے راحتی بھی ملتی ہیں۔ لیکن ذرائع ابلاغ جو با اوقات حقائق و معارف کو توڑوڑ کر پیش کرتے ہیں، انسانوں کی عزت کو داکو پر لگادیتے ہیں، فتنہ و فساد کو فروع دیتے ہیں، یہاں تک کہ قتل و خون ریزی تک نوبت آ جاتی ہے اور ملک و قوم کی امن و آشتی مخدوش و پُر خطر بن جاتی ہے، آخر ان کے اس حد تک بے لگام ہونے کے کیا معنی ہیں؟ کیوں نہیں ان کے لیے حدود متعین کی جاتیں اور ایک حد تک انھیں پابند کیوں نہیں کیا جاتا؟ اگر ایسا ہو تو ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنے والے افراد و اشخاص بہت حد تک محتاط و ہوشیار رہیں گے۔ انھیں افراد اور جماعتوں کی عزت و آبرو کا بھی خیال ہوگا اور ملک و قوم کی سلامتی کے لیے بھی فکر مند ہوں گے۔ کم از کم اس قسم کی کارروائی کے ذریعے افواہوں کو ہوادے کر معاشرے کا ماحول مکدر کرنے سے یقینی طور پر ذرائع ابلاغ کے ذمہ دار ان گریزان ہوں گے اور بالآخر بڑی حد تک میڈیا میں شفافیت آئے گی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ذرائع اطلاعات و نشریات پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ عدیل ہی اس سلسلے میں تعزیرات کے نفاذ کے ذریعے موثر اور قابل ستائیش روں ادا کر سکتی ہے، کیوں کہ ذرائع وسائل نشریات بالعلوم حکومت وقت کے اشارہ ابرو پر سرگرم عمل رہتے ہیں۔

● اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب: آج قوی اور میں الاقوامی میڈیا کا مرکز توجہ اسلام اور مسلمان ہیں۔ میں الاقوامی میڈیا پر اپنا تسلط جمانے والے اصحاب حل و عقد آج اس مشن میں محدود مستقر ہیں کہ صحیح اسلام کو دنیا سے نیست و نابود کر دیا جائے، اور ایسے اسلام کو باقی رکھا جائے جو دنیا میں بے حس و حرکت اور مخدور و مجبور بن کر رہے۔ جن کے نام لیواز نہ تور ہیں لیکن انسداد شر و فتن، قیامِ امن، خدا کے گھر میں خدا کے قانون کے نفاذ اور صرف ایک خدا کی خدائی کے علم بردار بن کر وہ دوسرے مذاہب و اقوام کے علی الرغم اپنی سمت سفر متعین نہ کریں۔ انسانیت نوازی اور بشردوستی کی جو تعلیمات قرآن و سنت سے متربع ہوتی ہیں، دنیا کا کوئی مذہب ان کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمام مخلوقات ارضی و سماوی میں انسان کو اشرف بنائے جانے کا اعلان ہو (التين ۹۵:۳)، یا پوری انسانی برادری کے مکرم اور معزز ہونے کا اعلامیہ (بنی

اسرائیل ۷:۰۷)، کائنات کی تمام اشیا کا انسان کے لیے پیدا کیے جانے اور اس کے لیے مسخر کرنے کا فرمان ہو (النحل ۱۲:۱۶، لقمان ۳۸:۳۸، الجاثیہ ۲۰:۳۸، حمّ ۲۵:۱۳)، آدم و حوا کی تمام اولاد کو یادِ دنیا کے ہر خطہ، رنگ اور نسل کے انسانوں کو عالم گیر اور آفاقتی رشتے میں پروکر ایک ماں باپ کی اولاد قرار دینے کی تلقین ہو (النساء ۱۳:۲۹، الحجرات ۲۹:۱۳)، یا پھر ایک انسان کے قتلِ ناحق کو ساری انسانیت کے قتل کے متراوف اور ایک انسان کی زندگی کو سارے انسانوں کی زندگی بچانے کے برابر قرار دینے کی تعلیم و ہدایت ہو (المائدہ ۳۲:۵)۔ ہر لحاظ سے اسلام انسانیت کا عظیم ترین نجات دہنده ہے اور انسانوں کے مابین اخوت و محبت، رحمت و رافت اور ہمدردی و پرشودتی کی تعلیمات کا سب سے بڑا علم بردار ہے۔ یہ حضنِ دعویٰ نہیں بلکہ تمام بندگانِ خدا کے لیے بھیجے گئے ہدایت نامہ قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات کو اگر ایک شخص تعصب کی عنیک ہٹا کر دیکھے تو اس کے سامنے اس دعویٰ کی صداقت آشکار ہو جاتی ہے۔ تو حیدر کی تعلیم دراصل ایک خدا کو مانتے اور اسی کا تابع فرمان ہو کر رہنے کی تعلیم ہے۔ یہ تعلیم ایک انسان کو تمام جھوٹے خداوں سے تنفس کر دیتی ہے اور اس کی گردن سے تمام باطل خداوں کا قلاuded اُتار کر ایک خدا کی عبودیت کا تاج اس کے سر پر رکھتی ہے۔ خداوں کے جھرمٹ میں رہتے ہوئے ایک شخص ذہنی اور نفسیاتی لحاظ سے اضطراب و بے چینی کا شکار ہوتا ہے، جب کہ ہزاروں خداوں کے مقابلے میں ایک خدا کو خوش کرنا اس کے لیے آسان بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح رسالت کا عقیدہ انسان کو خدا کی مرضی کے حصول کے مستند ترین اور عملی طریقے کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح آخرت کی تعلیمات دنیا کی اس چند روزہ زندگی میں انسان کو ذمہ دار اور جواب دہ بنا دیتی ہیں۔

یہ بنیادی تعلیمات انسانی عظمت کی نمائندہ اور نقیب ہیں۔ ان درخشاں تعلیمات کے باوجود اگر اسلام کو انسانیت کا دشمن قرار دیا جائے اور اس دین و منہج کو خونخواری سے منسوب کیا جائے تو اس سے بڑی بد دیانتی اور بے حیائی کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ حق ہے کہ آج یہن الاقوامی سطح پر اسلام کی شبیہہ بگاڑنے کی سی ناممکن کی جا رہی ہے۔ اسلام کو اپنیا پسندی، خونخواری اور دہشت گردی سے منسوب کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو امن و آشتنی کا دشمن اور دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ میڈیا کے نزدیک جو جتنا صحیح العقیدہ اور پختہ مسلمان ہے وہ اتنا ہی بڑا دہشت گرد ہے اور جو

مصالحت، مفاد پرستی اور ابن الوقت کا ثبوت دے کر وقتاً فوتاً اپنے موقف کو بدلتا رہتا ہے وہ پسندیدہ اور محبوب ہے اور اسے سیکولر ہونے کا تمغا دیا جاتا ہے۔ دوسرا الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس اسلام سے امن و آشیٰ کے بھوٹے دعوے داروں اور اقتدار کے متوالوں کو خطرہ ہے وہ دراصل انتہا پسندی اور دہشت گردی ہے، اور جس اسلام سے من مانی کرنے والوں، خود ساختہ قوانین کو نافذ کرنے والوں اور اقتدار کے پیار بیوں کو خطرہ نہیں ہے اور ان کے ذاتی، گروہی اور ملکی مفادات مجرور نہیں ہوتے، وہ اسلام انھیں محبوب ہے اور ایسے ہی مسلمان دراصل ان کے معیار پر پورے اُترتے ہیں۔

میڈیا کا کردار اور قرآنی تعلیمات

● تقویٰ اور خدا خوفی: یہی وصالحیت کے لیے آمادہ کرنے والی مہتمم بالشان چیز تقویٰ یا خوفِ خدا ہے۔ یہ خوفِ خدا زبردست ضابطہ و حکمران (controller) کی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرے کی کوئی روایت، حکومت کا کوئی ضابطہ اور پولیس کا کوئی ڈنڈا آبادی میں، روشنی میں، چوراہوں اور شاہراہوں پر تو کام آتا ہے، لیکن آبادی سے دور کسی صحراء اور کسی ویرانے میں، بند کمرے میں، مخصوص چہارو دیواری کے اندر یا رات کی مہیب و پُرخطر تاریکی میں صرف اور صرف تقویٰ کا قانون کام کرتا ہے۔ اگر انسان کے قلب و ضمیر پر اس خدائی قانون کی حکمرانی ہو جائے تو انسان راست رو، اعدال پسند اور ہر معاملہ زندگی میں اپنے خالق حقیقی کی مرضی کا تابع بن جاتا ہے، اور افراد اور معاشرہ جو اس قانون کی عظمت کا عالم بردار بن جاتا ہے وہ اللہ کی نظر میں صحیح معنوں میں مکرم و معزز ہو جاتا ہے (الحجرات: ۲۹؛ ۱۳)۔ اس قانونِ الہی سے متعلق ربانی ہدایات جا بجا قرآنِ کریم میں موجود ہیں (ملاحظہ تجییب: البقرہ: ۲؛ ۲۹؛ ۴۶؛ ۵۰؛ ۲۰؛ ۳۳؛ ۱۱۹: ۹، التوبہ: ۵: ۲۸)۔ یہ تقویٰ انسان کو اخلاقی قدرتوں کا پاسبان، محبت و بشردوستی کا محافظ اور عدل و قسط کا پیامی بنا کر گویا اس فانی زندگی میں بھی متعال بے بہا ثابت ہوتا ہے اور آخرت کی لازموں مسرتوں کے حصول میں اس قانونِ الہی کے لاغانی توشیرا ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

سورہ حشر میں خوفِ خدا کے اسی قانون کے اختیار کرنے کی تلقین کی جاتی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُنْظِرُ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدِيرَ حَاجَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ طَ

(الحشر: ۵۹) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو اس بات کے لیے فکرمند ہونا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ ایک جگہ تقویٰ کی فضیلت بایس طور بیان کی جاتی ہے کہ انسان کا کوئی بھی نیک عمل اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے ہم کنار نہیں ہوتا جب تک تقویٰ کے قانون پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نہ کیا جائے۔ بڑی سے بڑی قربانی اور عظیم سے عظیم تر عمل قبولیت سے محروم رہتا ہے، دل کی دنیا پر اگر خوف خدا کی حکمرانی نہ ہو۔ فرمایا جاتا ہے:

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَ لَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ط

(الحج: ۳۷) (جانوروں) کے گوشت اللہ تک ہر گز نہیں پہنچتے ہیں اور نہ ان کا خون ہی، مگر اس کی بارگاہ میں تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

دنیا کا ہر آدمی آخرت کا مسافر ہے (بخاری)۔ مسافر راستے کو منزل نہیں قرار دیتا بلکہ اس کی نگاہ منزل پر رہتی ہے۔ سفر بھی اچھی طرح گزر جائے اور منزل کی یافت بھی آسان تر ہو جائے، اس کے لیے تقویٰ ہی دراصل تو شر را ہے۔ اور صحیح معنوں میں یہ تقویٰ اس فانی زندگی کی سعادتوں سے بھی ایک شخص کو مالا مال کرتا ہے اور اس زندگی کے بعد کی ابدی زندگی کے لیے بھی نوید مسرت ثابت ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی اس سلسلے میں جامع تعلیم ہے:

وَ تَرَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَ اتَّقُوْنَ يَأْوِلِي الْأُلْبَابِ (البقرہ

۱۹:۲) اور زادِ راہ ساتھ لے لو اور سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔ پس اے ہوش مندو!

میری نافرمانی سے پر ہیز کرو۔

اس خوف و خشیت الہی کی بنیاد پر ایک فرد اور معاشرے کی زندگی میں جن اخلاقی فاضل کی نشوونما ہوتی ہے، اس کی بنیارب العالمین کی جانب سے اس کے معزز ہونے کا اعلان ہوتا ہے: **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْتَعُكُمْ ط** (الحجرات: ۳۹) و رحمیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہے۔

• راست بازی اور عدل و انصاف: صدق اور عدل، تقویٰ کے نمایاں ترین مظاہر

میں سے ہیں۔ قرآن مجید میں کہیں سچائی کا طریقہ اختیار کرنے والوں کو متین سے تعبیر کیا جاتا ہے (البقرہ: ۲۷۶)، تو کہیں عدل و انصاف کے طریقے کو تقویٰ سے قریب تر بتایا جاتا ہے (المائدہ: ۸:۵)۔ صدق و عدل ذرائع ابلاغ کا حسین زیور ہیں۔ میدیا اگر ان اوصاف سے عاری ہو جائے اور اس کے بجائے پروپیگنڈا، جھوٹ، فریب، نا انسانی، دھوکا اور تعصب کے دلدل میں بھنس جائے تو اپنی وقت کھو بیٹھتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جانہ ہو گا کہ ان عیوب و نقص کے ساتھ عصر حاضر میں بے پناہ قوت و اثر کا حامل میدیا اپنے ہی ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے اور عوام و خواص کی نگاہوں میں مشکوک و مشتبہ ہی نہیں بلکہ مذموم بن جاتا ہے۔ صحت منداور کامیاب میدیا کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت بہیز کا کام کرتی ہے اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں کو فکر و عمل کی دعوت دیتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اللہ رب العزت کا ارشاد جس میں صدق و عدل کی دونوں خصوصیات اصلاح اعمال اور عفو و قصیرات کی صفائت کے طور پر جلوہ گر ہیں:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتَقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا فَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحُ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ طَ وَ مَنْ يُطِيعُ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْرًا عَظِيمًا ۝ (الاحزاب: ۳۳-۴۰: ۷۴-۷۵) اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کیا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

حضرت شاہ عبدالقدارؒ کے ترجیح کے مطابق سید ہمیچی اور پختہ بات کے عادی ہونے پر اصلاح اعمال کا جو وعدہ ہے وہ صرف آخرت کی زندگی کے نقطہ نظر سے نہیں بلکہ اس عارضی اور غیر مستقل زندگی کے نقطہ نظر سے بھی ہے۔ گویا دینی اور دنیوی دونوں قسم کے اعمال کی درستی کا وعدہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہے۔ لہذا جو شخص قول سدید کا عادی ہو جائے، یعنی کبھی جھوٹ نہ بولے، سوچ سمجھ کر کلام کرے، کسی کو فریب نہ دے، اس کے اعمال آخرت میں بھی درست ہو جائیں گے اور دنیا کے کام بھی بن جائیں گے۔ (مفہیم محمد شفیق، معارف القرآن، جلد ۷، ص ۲۲۲)

● جواب دہی کا احساس اور فکر آخرت: کوئی فرد، معاشرہ، تنظیم اور حکومت جب ذمہ دار اور جواب دہ ہو تو اس سے خُسْنِ عمل اور اچھی کارکردگی کی توقع ہوتی ہے۔ یوں بھی اس

کی تعبیر کی جاتی ہے کہ جو شخص یا معاشرہ جتنا ذمہ دار اور جواب دہ ہوتا ہے اتنا ہی اس کی جانب سے خیر کی توقع ہوتی ہے۔ وہ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے اور خدمت انسانیت میں وہ پیش پیش ہوتا ہے۔ موت کے بعد کی زندگی سے متعلق عقیدہ کم و بیش ہر منہج میں پایا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ جتنا صاف اور شفاف اور واضح و مبرہن ہو، عملی زندگی میں اس کے مظاہر اسی کے لحاظ سے اعلیٰ وارفع ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیمات اس سلسلے میں یہ ہیں کہ یہ دنیا و مافیہا فانی ہے (الکھف: ۸، الرحمن: ۵۵)۔ یہاں کی صعوبتیں وقق اور راحتیں زوال پذیر ہیں۔ انسان پوری کائنات میں اشرف و اکرم ہے اور اس کی خلیق اس لیے ہوئی ہے کہ وہ اس تغیر آشنا اور زوال پذیر زندگی میں آزمایا جائے (الکھف: ۱۸، الملک: ۲۶)۔ گویا دنیا کی اس زندگی کو امتحان گاہ کی حیثیت حاصل ہے جس کا نتیجہ اس چند روزہ زندگی کے بعد ملے گا، جس کے اعمال کا پڑا بھاری ہو گا وہ مسن پند عیش میں ہو گا اور جس کے اعمال کا پڑا بھاری ہو گا اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا (القارعة: ۹-۱۰)۔ نیکی و بدی ذرہ برابر بھی چھپ نہ سکے گی اور ہر ایک اس کے مطابق اجر و ثواب یا عتاب و عذاب پائے گا (الزلزال: ۸-۹)۔ جب میڈیا کے ذمہ داروں میں اس زندگی کے بعد کی زندگی کا یقین تازہ اور عقیدہ مستحکم ہو جائے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کے لحاظ سے حساس ہوں گے، بُرا نیوں سے محنت بہوں گے اور اچھائیوں کے فروغ کی کوشش کے ذریعے خدمت انسانیت کا حق ادا کریں گے، کیوں کہ خداے بزرگ و برتر کے سامنے جواب دہی کا احساس کسی کو بھی اعمالی صالحی کی انجام دہی میں متحرک و فعال بنائے رکھتا ہے۔ اگر وسائل ترسیل اور ذرائع ابلاغ کے ذمہ داران اس جہت سے اپنے آپ کو تیار کر لیں اور دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی ابدی اور لا زوال مسرتوں کے طلب گار بن کر لائجہ عمل طے کریں تو یقینی طور پر خوش گوار تبدیلیاں و قوع پذیر ہوں گی۔

موت کے بعد کی زندگی کا احساس اور خوف خدا، یہ بنیادی اوصاف ہیں جن کا حامل ایک فرد ذمہ دار اور زندگی گزارتا ہے۔ اس دنیا کو وہ امتحان گاہ اور آخرت کی کھیتی سے تعبیر کرتا ہے اور اس کے لیے کوشش و سرگرم عمل رہتا ہے، تاکہ عالم نتیجہ گاہ میں اپنے آپ کو سرخ رو اور سعادت مند بنائے۔ اسی طرح خوف خدا کی بنیاد پر اس کے اندر ان اخلاقی حسنے کو جلا ملتی ہے جن کی بنا پر وہ بہت محتاط ہو جاتا ہے اور ہر شعبۂ عمل میں خدا کی مرضی کا علم بردار بن کر اپنی مصروفیات و مشغولیات کا

زخمیں کرتا ہے۔ اس لیے کہ اسی بیش قیمت سرمایہ کی بنابر خالقِ حقیقی کی طرف سے معزز اور مؤقر ہونے کی بنا پر سند اعزاز بھی عطا کی جاتی ہے۔ یقیناً یہ دونوں قرآنی تعلیمات میڈیا یا ذرائع ابلاغ کو انسانیت کے لیے با مقصد اور مفید مطلب بنانے میں سرگرم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان خصوصیات کو تو شکر رہنا کر میڈیا اگر رخت سفر باندھے اور دنیا کی منڈی میں آئے تو ایک طرف بلاشک و شبهہ عوام و خواص اور علماء و جهلا سب کی جانب سے راست رو، ایمان وار بے باک اور شفافیت سے پڑ ہونے کی سند حاصل ہوگی، اور دوسرا طرف بے لگ تہبر و اور خبر رسانی کے یہ ذرائع ان کے ذمہ داروں کو خالقِ حقیقی کی نگاہ میں بھی محترم اور باعزت بنا دیتے ہیں۔

● قیاس و گمان کے بجائے حقائق: قیاس و گمان اور شک و شبہ پر مبنی بات بھی بے وزن ہوتی ہے اور بالعموم اس قسم کی باتیں کرنے والے افراد یا وسائل اطلاع و ترسیل کو صحت مند فکر کا حامل قرار نہیں دیا جاتا۔ عوام و خواص بھی ایسے ذرائع و وسائل یا ایسے اشخاص و جماعتوں سے بدظن ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ چیزیں حقائق سے ان غماض برتنے کی راہ ہموار کرتی ہیں اور انہوں کو پروان چڑھاتی ہیں جن کے بسا اوقات تنگین تناج تصادم اور جنگ و جدال کی شکل میں سامنے آتے ہیں اور امن و آشی کے ماحول کو مکدر کر دیتے ہیں۔ اس شکل میں میڈیا جس سطح کا ہو، اسی سطح کے مفاسد کو پہنچنے کا موقع ملتا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ بعض قیاس و گمان اور ذرعن و تنگین کا سرا گناہوں سے مل جاتا ہے (الحجرات ۶:۳۹)۔ بایس طور ذرائع ابلاغ میں قیاس و گمان صرف یہی نہیں کہ صداقت کے لحاظ سے کسی چیز یا اطلاع کو مشکوک و مشتبہ بنا دیتے ہیں بلکہ یہ ارتکاب گناہ ہوتا ہے۔ قیاس و گمان اور شک و شبہ سے بالا ہو کر حقائق کو شخصیت اور شفاقتہ انداز میں منظر عام پر لانا دراصل امانت کا تقاضا ہے۔ اس کے برخلاف شکوک و شبہات کے سہارے کوئی بات کہنا بڑی خیانت ہے اور تنخیل نتیجے کے طور پر بسا اوقات ندامت و شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت میڈیا کو شفافیت سے ہم کنار کرنے اور با مقصد بنانے کے لیے نیوشاپنی کے طور پر ملاحظہ کی جائے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ يُبَيِّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا^۱
بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَدِيمِينَ (الحجرات ۶:۳۹)

ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں

ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ فقصان پہنچا بیٹھو اور پھرا پنے کیے پر پشیان ہو۔

● حقائق کو مسخ کرنے اور لغویات کی نفی: عام طور پر ذرائع ابلاغ کا یہ مخفی پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ واقعات کو من و عن بیان کرنے کے بجائے حذف و اضافہ اور قطع و بردید کے ذریعے خبروں کو مسخ کر دیا جاتا ہے۔ کبھی کسی کی تعریف اس حد تک کی جاتی ہے کہ آسمان و زمین کے قلاں بے ملاد یہ جاتے ہیں اور کبھی کسی کی تحقیر و تذلیل پر ذہن آمادہ ہوتا ہے تو اسے ذلت و پستی کے قعر عیقیل میں گرایا جاتا ہے۔ حقائق اور واقعات کو دل نشیں پیرا یہ بیان میں بیان کرنا قابل ستائیش ہے لیکن نہ ک مرچ لگا کر، قصہ اور تکلف کے لبادے میں ملح کاری کرنا اور تفریح طبع کا سامان اس طور پر پیش کرنا کہ حقائق و واقعات سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، مخفی نیک نامی، شہرت اور بازار میں اپنی قیمت منوانے کا سطحی ذریعہ تو بن سکتا ہے لیکن میڈیا کے نام پر یہ جذبات کلنک کا میکہ ہے۔ قرآن مجید نے اس عمل کو ”لہوا الحدیث“ سے موسوم کیا ہے جس کی تعبیر کلام دل فریب یا کلام غوے سے بھی کی جاتی ہے۔ ایسے کلام دل فریب دراصل ضلالت و گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس عمل بد کا انجام بھی اہانت آمیز عذاب کی شکل میں ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ ہدایت میڈیا اور ان کے ذمہ داروں سے متعلق ایک زبردست تنہیہ ہے جس کے اندر وعظ و نصیحت کا سامان بھی موجود ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهُو الْحَدِيثُ لِيُضْلِلَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ يَغْيِرُ عِلْمًا فَ
وَيَتَّخِذُهَا هُزُوا طُ اُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ (لقمان ۲۰:۳۱) اور انسانوں
ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دل فریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے
راتے سے علم کے بغیر بہنکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے۔ ایسے
لوگوں کے لیے خخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

مفتی محمد شفیع کے مطابق آیت کریمہ کاشان نزول نظر بن حارث کا وہ نام بارک عمل ہے جو تجارت کی غرض سے فارس کا سفر کیا کرتا تھا اور شاہان عجم وغیرہ کے تاریخی قصے خرید کر لاتا، اور قوم عاد و ثمود وغیرہ کے قرآنی تصویں کے بالمقابل رسم، اسفندیار اور دوسرے شاہان فارس کے قصے مخفی اس لیے سنا تاکہ مشرکین اور کمزور ایمان والے لوگ قرآن مجید سے بدک جائیں، اور شاہراہ ہدایت کے بجائے ضلالت و گمراہی کو اپنا شیوه بنالیں۔ (معارف القرآن، ج ۷، ص ۲۰)

اس سلسلے میں مولانا ابو الحسن علی ندوی کی وضاحت مفید مطلب ہے: ”لہو ولعب اور تفریح و تمتع کے ساز و سامان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق کھیل، مقابلوں اور مظاہروں سے بڑھی ہوئی دل چھپی اور محیت و انہاک سے ہے۔ دوسرا قسم اطف و تفریح کی گفتگو ہے جس میں پڑکر لوگ فرائض و واجبات اور ذکر اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اس میں کہانی قصے اور فخش روایات آتی ہیں۔ یہاں پر اس آیت میں لہو ولعب اور کہانی و قصے دونوں کو یک جا کر دیا گیا ہے اور اس کو ”لہو والدیث“ سے تعبیر فرمایا ہے۔“ (مقدمہ: مغروبی میدیا اور اس کے اثرات، نذر الحفظ ندوی)

اگرچہ اس آیت کریمہ کے نزول کا پس منظر ایک خاص واقعہ ہے، تاہم قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اور قیامت تک پوری انسانیت کے لیے اپنی اصل افادیت کے ساتھ یہ نوٹھہ ہدایت بصیرت و روشنی کا سامان کرتا رہے گا۔ کسی فرد یا گروہ کے سلسلے میں قرآن مجید کی تنقید یا تعریف کا یہ مقصد قطعاً نہیں ہوتا کہ کسی فرد یا گروہ کو ذلت و پستی کے قدر میں گردایا جائے یا کسی کو خراج تحسین پیش کر دیا جائے، بلکہ اس کا مقصد درس و عبرت ہوتا ہے۔ آج کے زمانے میں قرآن مجید اسی زور و اثر اور اسی شیرینی و سحر انگیزی کے ساتھ انسانی معاشرے سے مخاطب ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل مخاطب تھا۔ زیر بحث آیت کریمہ کی معنویت اس امر میں پہاڑ ہے کہ ایک فرد ہو یا معاشرہ یا اطلاعات و نشریات کے ذرائع علم و آگہی کے بغیر اگر با توں کو نشر کرتے اور سلطی مقاصد کے حصول کے لیے حقوق و شواہد کے بالمقابل خانہ ساز اور خود ساختہ افکار و بیانات کی تشبیہ کے ذریعے عوام کی تفریح طبع کا سامان کرتے ہیں، تو گویا یہ ناقابلِ معانی جرم ہے۔ اس لیے کہ اس طریقہ عمل سے حق و صداقت کا رُخ زیبا داغ دار ہوتا ہے بلکہ حقوق پس پرده چلے جاتے ہیں اور کذب، بطلان، فریب اور جھوٹ معاشرے میں پھیل کر فتنوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

● ضابطہ اخلاق اور گرفت کی صورت: راہنمایاں ملک اور وسایے قوم اگر ایسے افراد کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں اور عدیلہ بھی اگر ان کے ان افعالی رذیلہ سے بے اعتنائی بر تھی ہے، تو ملک و قوم میں امن و آشتی، راست روی، حق گوئی اور حقوق سے آگہی کے لیے فضا ہموار نہیں کی جاسکتی اور ملک و قوم کو معنوی ترقیوں سے ہم کنار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ایسے افراد یا میدیا بہرحال پر امن اور خوش حال زندگی کے لیے چیلنج ہیں اور ان سے سخت طریقے سے منٹنے کی ضرورت

ہے۔ مذکورہ آیت سے متعلق عبد اللہ یوسف علی کی رائے ہے: ”ان افراد کے ذریعے زندگی کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہیے جو ان معاملات و مسائل کا شعور رکھتے ہیں جن سے زندگی متعلق ہے۔ لیکن (معاشرے میں) غیر سنجیدہ اور بے ہودہ ذہنیت کے لوگ بھی ہوتے ہیں جو لغواب توں اور بے حقیقت قصور کو صداقت اور حقائق پر ترجیح دیتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو بجا طور پر ملامت زدہ ہیں۔“ (Abdullah Yousuf Ali: *The Meaning of the Holy Quran*, p 1034)

ذرائع ابلاغ یا وسائل نشریات کی اہمیت عصر حاضر میں مسلم حقیقت کے طور پر تسلیم کرنی گئی ہے۔ یہ ذرائع ابلاغ جن افراد، جماعتوں اور حکومتوں کے زیر سایہ پر وان چڑھتے ہیں یا ان پر جن لوگوں کی گرفت مضبوط ہوتی ہے دراصل آج کے دور میں باعزت، طاقت و راور موثر وجود کی حیثیت سے ان کی شناخت ہوتی ہے۔ یہ ذرائع جن کی دسترس سے باہر ہیں یا جو کسی وجہ سے ان سے قربت کی شکل پیدا نہیں کر پاتے، دراصل وہ گوشہ گمانی میں ہوتے ہیں اور کمزور و پیش ماندہ افراد و طبقات کی حیثیت سے دنیا کے پردہ سینیں پر دیکھے جاتے ہیں۔

میڈیا و دوہاری تلوار کی طرح طاقت رکھتا ہے۔ تلوار کا استعمال شر و فساد کا خاتمہ کرنے کے لیے اور امن و آشتی کی پر بہار فضلاً قائم کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے اور اس کا استعمال قتل و خون ریزی کے لیے اور فتنہ و فساد کے جذبات کو بھرا کانے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ تلوار کس کے ہاتھ میں ہے۔ آیا یہ تلوار ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جو امن و آشتی کا مفہوم نہیں جانتا، جو انسانی قدروں کو طویل خاطر نہیں رکھتا اور جو اخلاقی قدروں کی پامالی کو اپنا شیوه بناتا ہو، یا یہ تلوار ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جس کی سرشت میں عدل و انصاف ہو، امن و آشتی کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتا ہو، انسانی اقدار کا پاسبان اور نقیب ہو اور اخلاقیات اس کی ترجیحات میں ہوں۔ کامیاب میڈیا دراصل وہی ہے جس کے اہل حل و عقد میں ایک طرف اس کائنات کے حقیقی مالک کا خوف قلب و ضمیر پر حکمرانی کرتا ہو اور دوسری طرف جوموت کے بعد کی زندگی میں اپنے آقا کے سامنے اعمال کی جواب دہی کا احساس رکھتے ہوں۔ اس کے علاوہ راست گوئی، عدل و انصاف اور تحقیق و تحریص کی بنیاد پر کبھی گئی باتیں ہی دراصل علمی دیانت داری کا مظہر ہیں اور یہی چیزیں علاقہ، قوم، ملک بلکہ پوری دنیا میں انسانی قدروں کی افزایش کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ یہی چیزیں خدمت قوم

بلکہ خدمتِ انسانیت کا حق ادا کرنے کے لیے قوتِ محکم کی حیثیت رکھتی ہیں۔

موجودہ ذرائع ابلاغ خواہ طباعتی ہوں یا بر قیاتی، علاقائی سطح پر ہوں یا ملکی سطح پر یا پھر بین الاقوامی سطح پر، وہ افراد ہوں جن کا شیوه ہی فتن و فجور اور بے حیائی و بدکرداری ہو یا وہ معاشرہ ہو جو شرکت اور فتنہ پروروں کو نہ صرف یہ کہ انگیز کرتا ہو بلکہ محیت و استغراق کے ساتھ ان کے قابلے میں شرکیں ہو جاتا ہو، ایسے افراد و اشخاص یا ایسی جماعتیں اور تنظیمیں یا ذرائع ابلاغ اور اطلاعات کے وسائل نہ صرف یہ کہ قابلیٰ نہ ملت ہیں بلکہ قابلیٰ موافغہ ہیں، اور ملک و قوم کی امن و آشتی کے لیے اور عوام و خواص کی مرقدِ الحالی کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اور عدالیہ کی سطح پر خفت کارروائی ہو۔ قرآن مجید اس سلسلے میں راہنماء نقوش یہ دیتا ہے کہ اس فانی زندگی میں اس قسم کے جرائم کی سنگینی کے پیش نظر انھیں کیف روکردار تک پہنچایا جانا چاہیے، اگرچہ موت کے بعد کی زندگی میں رب السموات والا رض کی طرف سے ان کے لیے در دن اک عذاب کی نوید بھی ہے۔

میدیا جہاں ملک و قوم اور افراد و معاشرے کی زندگی کے نواز میں خیانت کا ارتکاب کرتا ہے، ان میں سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ ایک مخصوص مذہب کے خلاف انھیں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسلام جو عالم گیر بھائی چارگی کا تصور دیتا ہے، تمام معبودوں ان باطل سے متفکر کر کے خداے واحد کی عبودیت کا تاج سر پر رکھتا ہے، انسان کو اشرف و اکرم کا اعزاز بخشا ہے، تنجیر کائنات کا پروانہ سونپتا ہے اور ایک انسان کے قتل ناجت کو ساری انسانیت کے قتل ناجت کے متراffد قرار دیتا ہے۔ ایسے آفاتی اور انسانیت نواز مذہب کے رُخ زیبا کو انتہا پسندی، خون خواری اور دہشت گردی جیسے الفاظ سے داغ دار کیا جا رہا ہے اور لِیُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمُ (الصف ۸:۶۱) کے اعلان کے مطابق پوری دنیا اللہ رب العزت کی اس بیش قیمت نعمت اور انسانیت نوازی کے سب سے بڑے نقیب مذہب کو حرف غلط کی طرح منادیئے کے لیے سمجھی میں مصروف ہے۔

لقویٰ یا خوف خدا، ہی دراصل وہ ضابطہ حکمران اور زبردست قوتِ محکم ہے جو افراد و معاشرے کو اور میدیا کے علم برداروں کو بے لگام ہونے سے بچاسکتا ہے۔ قلب و ضمیر اگر خوف خدا کے شیمن بن جائیں تو ہر جگہ اور ہر وقت انسان اس خدائی قانون کے تابع ہو کر مکرات و سیاست سے گریزان ہوتا ہے اور خیر و حسنات کا پیامی بن جاتا ہے۔ صدق اور عدل لقویٰ کے عظیم ترین مظاہر ہیں۔ اس

سلسلے میں قرآن مجید نے 'قول سدید' کی جامع اصطلاح استعمال کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دروغ گوئی سے اجتناب کیا جائے۔ سوچ سمجھ کر گفتگو کی جائے، فریب وہی سے باز رہا جائے اور دل خراش کلمات سے گریز اس ہوا جائے۔ اسی طرح قیاس و گمان اور شک و شبہ پر مبنی بات ہلاکت انگیزی کا سبب ہے۔ اس کی بنیاد پر میڈیا ما حول اور معاشرے کو مکدر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذراشت نہیں کرتا اور اپنا اشرون سونخ کھو دیتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ درخشن آن تعليم دعوت فکر و عمل دیتی ہے کہ گمان و قیاس کی بنیاد پر کہی ہوئی بات صرف یہی نہیں کہ استناد کی میزان پر پوری نہیں اترتی، بلکہ یہ گناہ ہے اور بسا اوقات انسان کو اس طریقہ عمل سے شرمندہ و نادم ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح لگائی بھائی کرنا، نمک مرچ لاکر باتیں پیش کرنا، لصنع اور تکلف کا لبادہ پہننا اور امور وسائل پر ملمع کاری کرنا، یہ ساری چیزیں صحت مند میڈیا کے خلاف شان ہیں۔ قرآن اسے 'لہوالمدیث' سے موسوم کرتا ہے، جس کی تعبیر کلام دل فریب یا الغواړو مہمل بات سے بھی کی جاسکتی ہے۔ اس قسم کی باتیں ایک صحت مند معاشرے کو جلانیں دیتیں بلکہ بدایت کی شاہراہ سے پھیر کر گمراہی کے بے شمار دروازے اور راہیں کھول دیتی ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید اس قسم کی باتوں کو معاشرے میں فروع دینے والوں کے لیے اہانت آمیز عذاب کا اعلامیہ جاری کرتا ہے۔

اس امر میں صداقت ہے کہ اگر میڈیا اپنی ذمہ داری کو بحسن خوبی سمجھے، اپنے اعلیٰ وارفع مقصد کو متحضر کئے، خدمت انسانیت کو اپنا شعار بنائے اور ملک و قوم کے ما حول کو پر امن بنانے کے موقف پر مصروف ہو، تو یقیناً اس کے اہل حل و عقد قابل ستایش اور لائق مبارک باد ہیں۔ لیکن میڈیا کے یہ ثابت پہلوای وقت بامعنی اور با مقصد ہو سکتے ہیں جب کہ خوفِ خدا کے قانون کو جگہ دی جائے، موت کے بعد کی زندگی اور اس میں محساہہ عمل کی یاد کو تازہ رکھا جائے، عدل و صدق کو شیوه حیات بنا لیا جائے، قیاس و گمان اور شک و شبہ سے اجتناب کرتے ہوئے استناد کو محبوب رکھا جائے، اور حقائق وسائل کو من و عن دل نشیں پیرایہ بیان میں واشگاف کر دیا جائے۔